قرآن وسنت سے اخذ واکتساب میں فقہائے مالکیہ کا مؤقف

Position of *Mālikī* Jurists in deriving and acquiring arguments from Quran and Sunnah

Muhammad Adeel

PhD Scholar Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala

Dr. Ghulam Yusuf

Associate Professor GIFT University, Gujranwala

Abstract

The Quran commands obedience to God and his messenger (ﷺ) and there are permanent texts in the Quran for on the subject. Allah has declared obedience to the messenger (ﷺ) as his obedience. Different jurists have explained and used the principles of derivation of arguments from Quran and Sunnah, from different angles. This article contains the views of *Mālkī* jurists about deriving and acquiring arguments from Quran and Sunnah.

Key words: Quran, Sunnah, Jurists, *Mālikī*

قرآن حکیم میں اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے[1] اور ہر دو کے لیے کتاب عزیز میں مستقل نصوص وارد ہیں۔ اللہ نے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی فرماں برداری قرار دیا ہے[2]، اسی کی توضیح وتفسیر اور کتاب وسنت سے اخذ واکتساب کو فقہاء نے اپنے خاص زاویے سے بیان کیا ہے۔ ذیل میں ہم اس سلسلہ فقہاء مالکیہ کے مؤقف کو مختصر اور جامع انداز میں بیان کرنے لگے ہیں۔ فقہاء مالکیہ کے ہاں کتاب وسنت سے اخذ واکتساب کے نمایاں اصولوں میں سے یہ ہے کہ سنت رسول ﷺ کتاب اللہ کے لیے بیان یعنی سنت کتاب اللہ کے مجمل احکام کی تفصیل، محتمل کی تعیین اور عام کی تخصیص کرتی ہے ، کتاب اللہ کی تخصیص خبر واحد سے بھی ہو سکتی ہے اور اس کے ذریعہ نص پر زیادتی نسخ نہیں ، فعل رسول ﷺ جب قرآن میں مذکور حکم سے دو یازائد طریقوں سے مختلف ہو تو امام مالکؒ اوفق بالقرآن کو لیتے ہیں، اس مکتب فکر کے نزدیک اگرچہ قراءات شاذہ خبر واحد کے طریقے پر نقل ہیں لیکن پھر بھی یہ عمل کا فائدہ دیتی ہیں مزید یہ کہ کتاب و سنت سے اخذ واکتساب میں سے مالکیہ کا منفرد تصور نسخ ہے۔

حدیث قرآن کا تصور

مالکیہ کے نزدیک قرآن وسنت سے اخذ واکتساب کی ایک صورت یہ ہے کہ سنت رسول ﷺ کتاب کے لیے بیان بنتی ہے یعنی سنت رسول ﷺ مجمل قرآنی احکام کے لیے تفصیل اور محتمل کی تعیین کا کام کرتی ہے۔ علامہ ابن العربی (468ھ۔543ھ)[3] امام شافعیؒ (150ھ۔204ھ)[4] کی ذکر کردہ بیان کی پانچوں صورتوں کو، شوافع کے ساتھ ساتھ مذہب مالکی بھی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: الثالث : مَا تولى الله تَعَالَى تَنْزِيله وَوَقعت الإحالة على النَّبِي فِي بَيَانه كَقَوْلِه تَعَالَى (وَأَقِيمُوا الصَّلَاة وءاتوا الزَّكَاة) وَكَقَوْلِه سُبْحَانَهُ (وَأحل الله البيع وَحرم الرِّبَا)[5] (بیان کی) تیسری (صورت یہ ہے کہ) جس کو اللہ تعالی نے اتارا اور اس کے بیان کو نبی (ﷺ) کے سپرد کیا، جیسے اللہ تعالی کا فرمان: وَأَقِيمُوا الصَّلَاة وءاتوا الزَّكَاة اور جیسے اللہ سبحان کا فرمان: وَأحل الله البيع وَحرم الرِّبَا

اسی طرح علامہ مارزیؒ (453ھ۔536ھ)[6] مذہب مالکیہ کی نمائندگی میں لکھتے ہیں کہ سنت رسول ﷺ قرآن کے لیے بیان ہے: نصوص السنة الواردة بيانا لمشكل في القرآن، كالنص على ما يخرج من الحصاد مع تقدم قوله تعالى: (حقه يوم حصاده) ولم يذكر في القرآن مقدار هذا الحق[7] سنت میں آنے والی نصوص قرآنی مشکل کے لیے بیان ہیں، جیسے کھیتی سے حصہ نکالنے (کے بارہ آنے والی) نص یعنی اللہ تعالی کا فرمان: حقه يوم حصاده، اور قرآن میں اس حق کی مقدار ذکر نہیں کی گئی۔ ان دونوں عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں عشر، زکوۃ، نماز اور بیع وربا مجمل ہیں اور سنت رسول ﷺ نے ان کی تفصیل بیان کی ہے۔

سنت قرآنی محتملات کی تعیین کا وظیفہ ادا کرتی ہے، اس سلسلہ مارزی "ایضاح المحصول" میں مالکیہ کے ہاں بیان کے بارہ مختلف مذاہب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وأما المذهب الثاني الذي عد فيه المراتب ثلاثة فإنه يتعقب على نقل أبي المعالي من جهة واحدة، وهي إدخال المحتمل المجمل في مراتب البيان كالقرء[8] (اور بہر حال دوسرا مذہب جس میں (بیان) کے تین مراتب شمار کیے گئے ہیں، وہ ایک جہت سے ابو المعالی کی نقل پر تعقب کرتا ہے یعنی محتمل کو مراتب بیان میں، مجمل میں شامل کرنا ہے، جیسے: قرء)

اس عبارت سے دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ مالکیہ کے نزدیک سنت رسول ﷺ قرآنی محتملات کی تعیین کا کام کرتی ہے، جیسے کہ، لفظ قرء کہ یہ حیض وطہر کے درمیان محتمل ہے اور سنت نے ان دونوں میں سے ایک کی تعیین کر دی۔

2۔ عام کی تخصیص

مالکیہ کے نزدیک قرآن وسنت سے اخذ واکتساب کی ایک صورت یہ ہے کہ سنت رسول ﷺ قرآن کے عام کی تخصیص کرتی ہے[9]۔ عام سے مراد ایسا لفظ ہے جو لفظا یا معنی افراد کے ایک مجموعے کو شامل ہو اور اس کے صیغوں میں سے حروف شرط یعنی من، متی اور ماہیں، جب اہل عرب ان کے ساتھ کسی حکم کو متعلق کرتے ہیں تو ان میں استغراق والا معنی آجاتا

ہے، حروف شرط کی طرح حروف ظرف جو شرط کے معنی میں ہوں جیسے: حیث اور این وغیرہ بھی عام کے صیغوں میں شامل ہیں اور اسی طرح جمع کے صیغے؛ خواہ سالم ہو یا مکسر اور قلت یا کہ کثرت یہ سب عام کے صیغوں میں شامل ہیں[10]۔

مالکیہ کے نزدیک قرآنی عموم میں بیان اپنی انتہاء تک نہیں ہوتا بلکہ اس کی مزید وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی طرح بعض دفعہ قرآنی عموم کی تخصیص کسی سبب کے ساتھ معلق ہوتی ہے، علامہ ابن العربی مالکی لکھتے ہیں: فيقصر على سَببه وَلَا يعم بِدَلِيل[11] (عام کی تخصیص کبھی) اپنے سبب پر منحصر ہوتی ہے اور وہ کسی دلیل سے عام نہیں ہو سکتا)

اسی طرح دوسری مقام پر لکھتے ہیں: والعموم لم يرْتَفع فِيهِ الْبَيَان إِلَى الْغَايَة [12] (اور عموم میں انتہاء تک بیان نہیں ہوتا (بلکہ اس کی مزید وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے)

سنت سے کتاب اللہ کی تخصیص کی مثال جیسے "یوصيكم الله في أولادكم[13]" کی تخصیص "القاتل لا يرث[14]"، "الزانية والزاني فاجلدوا كلّ واحد منهما مائة جلدة[15]" کی تخصیص ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں آپ ﷺ سے منقول ہے کہ شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا۔ جیسے ماعز وغیرہ[16]۔

بہر حال ثابت ہوا کہ مالکیہ کے نزدیک کتاب اور سنت رسول ﷺ سے اخذ و اکتساب کی ایک صورت یہ ہے کہ سنت کتاب اللہ کے لیے مخصص ہے اور قرآنی عموم میں بیان اپنی انتہاء تک نہیں ہوتا بلکہ اس کی مزید وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی طرح بعض دفعہ قرآنی عموم کی تخصیص کسی سبب کے ساتھ معلق ہوتی ہے۔

3۔ خبر واحد اور کتاب اللہ کی تخصیص

مالکیہ کے نزدیک کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے اخذ و اکتساب کا ایک پہلو یہ ہے کہ خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص ہو سکتی ہے، اس سے سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور یہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے قطعی ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ اگرچہ خبر واحد میں سہو و کذب کا احتمال ہے لیکن بحث و تحقیق کے بعد یہ احتمال رفع ہو جاتا ہے اور ان کے نزدیک خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ عام محتمل جبکہ خبر واحد نص ہو۔

خبر واحد سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور اس کا مفہوم بھی قطعی ہوتا ہے، اس سلسلہ علامہ ابن العربی لکھتے ہیں: فَإِن الْقُرْآن وَإِن كَانَ مَقْطُوعًا بِأَصْلِهِ فَإِن فحواه مظنون --- فَإِن خبر الْوَاحِد مَقْطُوع على وجوب الْعلم بِهِ مَقْطُوع على فحواه[17] (قرآن اگرچہ اپنی اصل کے اعتبار سے قطعی ہے لیکن اس کا مفہوم ظنی ہے۔۔۔ پس بے شک خبر واحد وجوب علم کے اعتبار سے یقینی، مفہوم کے اعتبار سے قطعی ہے)

دوسرے مقام پر خبر واحد کی قطعیت کو اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے؛ ایک ضروری اور دوسرا نظری،[18] ضروری سے مراد ایسا علم ہے کہ جو بدیہہ اور واضح ہو اور اس کے لیے نظر و استدلال کی ضرورت نہ ہو جبکہ نظری سے مراد ایسا علم ہے جس کے لیے نظر و استدلال اور بحث و تحقیق کی ضرورت ہو، مالکیہ کا مؤقف یہ ہے کہ خبر واحد میں اگرچہ کذب و سہو بالضرورۃ ثابت ہے لیکن بحث و تحقیق کے بعد اس کا احتمال ختم ہو جاتا ہے اور خبر واحد میں قطعیت آجاتی

ہے گویا بحث و تحقیق سے پہلے خبر واحد کذب و سہو کے اندیشہ کی بنا ظنی جبکہ نظر و استدلال کے بعد یقینی بن جاتی ہے، آپ لکھتے ہیں:فَإِنَّا بِالضَّرُورَةِ نعلم امْتنَاع حُصُول الْعلم بِخَبَر الْوَاحِد وَجَوَاز تطرق الْكَذِب والسهو عَلَيْهِ... فَالْجَوَاب عَن هَذَا من أوجه أقربها وأخصرها وجودنا للْأَخْبَار المبينة على الشَّرِيعَة كذبا بعد طَرَأ الصدْق بهَا وَإِنَّمَا يتَبَيَّن حَالهَا عِنْد الْبَحْث عَنْهَا وَبعد الْبَحْث بِعلم قطعا لَا يمتري فِيهِ منصف جَوَاز ظُهُور الْكَذِب فِيمَا ظن فِيهِ الْكَذِب وَهَذَا الْفِقْه صَحِيح[19](ہم بالضرورۃ خبر واحد سے امتناع یقین اور اس میں سہو وکذب کے آنے کو جانتے ہیں۔۔۔اس کا جواب کئی طرح سے ہے، سب سے بہتر اور مختصر یہ ہے کہ ہمارے پاس شریعت پر مبنی سچی خبروں کے ساتھ ساتھ جھوٹی بھی ہیں اور ان کی حالت صرف تحقیق سے واضح ہوتی ہے اور بحث کے بعد علم قطعی حاصل ہوتا ہے، جس خبر میں کذب کا گمان تھا، ظہور کذب کے بعد اس میں کوئی منصف مزاج شک نہیں کر سکتا اور سمجھ صحیح ہے)

علامہ مازریؒ نے خبر واحد سے کتاب اللہ کے عام کی تخصیص کے جواز پر ایک اور بنیاد کے ذریعے مالکیہ کے مؤقف کو واضح کیا ہے کہ خبر واحد کسی حکم کو بطور نص بیان کرے جبکہ کتاب اللہ کا عام محتمل انداز میں ذکر کرے تو ہم خبر واحد کے ذریعے تخصیص کر سکتے ہیں۔ قرآن اگرچہ قطعی طور پر من جانب اللہ ہے لیکن کتاب اللہ کا عام مفہوم کے اعتبار سے قطعی نہیں اور دوسری جانب خبر واحد اگرچہ نقل کے اعتبار سے سہو وکذب کے اندیشہ کی بنا قطعی نہیں لیکن مفہوم کے اعتبار سے منصوص ہونے کی بنا قطعی ہے، اس طرح کتاب و سنت میں سے ہر دو خاص پہلو سے قوت و ضعف پر مشتمل ہے اور خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص سے کوئی چیز مانع نہیں[20]۔ قرآن حکیم میں ہے:فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ [21](مشرکین کو جہاں پاؤ، قتل کردو)

یہ آیت اس اعتبار سے قطعی ہے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے لیکن اس یقین کے باوجود احتمال ہے کہ آیت میں مذکور لفظ عام یعنی "المشرکین" قتل کے حکم کے اعتبار سے "اہل الصوامع (رهبان)" کو شامل نہ ہو تو سنت نے آکر تخصیص کر دی اور بتا دیا کہ لفظ "المشرکین" کی عمومیت سے "اہل الصوامع (رھبان)" خاص ہیں، حدیث مبارکہ میں ہے:لَا تَقْتُلُوا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ [22](اہل صوامع (رہبان) کو قتل مت کرو)

یہ حدیث نقل کے اعتبار سے قطعی نہیں کہ ہو سکتا ہے کہ راوی سے نقل میں سہو یا کذب ہو گیا ہو لیکن مفہوم کے اعتبار سے نص اور یقینی ہے کہ "رھبان" کو قتل نہ کرو[23]۔

بہر حال مالکیہ کے نزدیک خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص درست ہے اس وجہ سے کہ خبر واحد نظری اعتبار سے علم قطعی اور یقینی ہونے کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ کے عام اور محتمل حکم کے مقابلہ میں نص ہے۔

4۔ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی نسخ نہیں

مالکیہ کے ہاں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے اخذ واکتساب کی ایک جہت یہ ہے کہ خبر واحد سے نص پر زیادتی نسخ نہیں اس لیے کہ ان کے نزدیک نسخ کہتے ہیں کہ اصل حکم مکمل طور پر تبدیل ہو جائے، اگر زیادتی نص کے حکم کو کسی بھی حالت میں باقی رکھتی ہے اور اس میں کچھ غیر کو شامل کرتی ہے تو یہ نسخ نہیں ہو گا۔ اس اصول کو بیان کرتے ہوئے ابن العربی لکھتے ہیں:قَالَ عُلَمَاؤُنَا الزِّيَادَة على النَّص لَا تكون نسخا ۔ إِن غيرت الزِّيَادَة حكم الأَصْل كَانَت نسخا فَإِن أبقته على حَالَة وأفادت غَيره لم يكن نسخا[24] (ہمارے علماء نے کہا ہے کہ نص پر (خبر واحد سے) زیادتی نسخ نہیں ہو گی۔۔۔اگر زیادتی اصل حکم کو تبدیل کر دے تو نسخ ہو گا اور اگر اس کو کسی حالت پر باقی رکھے اور اس کے ساتھ اس کے غیر کو شامل کرے تو یہ نسخ نہیں ہو گا)

ثابت ہوا کہ مالکیہ کے نزدیک نص پر خبر واحد سے زیادتی نسخ نہیں بلکہ اس صورت میں نسخ ہے جب وہ اصل حکم کو مکمل طور پر تبدیل کر دے اور اگر اصل حکم کو کسی حالت پر باقی رکھتے ہوئے اس میں کچھ تبدیلی کرے تو یہ نسخ نہیں ہو گا۔ اس کی مثال جیسے حدیث میں ہے: أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، فَإِنْ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لاَ وَلِيَّ لَهُ[25].(جو عورت بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے، تو اس کا نکاح باطل ہے، تو اس کا نکاح باطل ہے، پس اگر اس (مرد) نے اس (عورت) سے دخول کیا (ازدواجی تعلقات قائم کیے) تو اس (عورت) کے لیے مہر مثلی ہو گا، اس وجہ سے کہ اس (مرد) نے اس کی شرمگاہ کو حلال سمجھا، اگر ان کا آپس میں جھگڑا ہو جائے تو سلطان اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عورت بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی، اگر اس نے ایسا کیا تو اس کا نکاح باطل ہو گا جبکہ قرآن حکیم کی درج ذیل آیت:فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ[26](پس اگر اس نے تیسری طلاق بھی دے دی پس نہیں ہے حلال اس کے لیے اس کے بعد یہاں تک کہ وہ عورت نکاح کرے کسی اور مرد کے ساتھ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے کیونکہ مذکورہ آیت میں فعل نکاح کا فاعل عورت ہے اور نکاح کرنے کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے، اس طرح حدیث میں مذکور حکم اصل حکم پر زیادتی ہے۔ مالکیہ کے نزدیک اس کی توجیح اس طرح ہو گی کہ حدیث مذکور میں قرآنی حکم پر بیان شدہ زیادتی نسخ نہیں بلکہ حدیث اصل حکم کی مراد اور حد کو ظاہر کر رہی ہے اور اس نے اصل حکم یعنی عورت کے نکاح کو بالکلیہ تبدیل نہیں کیا بلکہ من جملہ زیادتی کی ہے جو کہ درست ہے۔

5۔ قرآنی حکم سے بظاہر معارض افعال رسول ﷺ سے اوفق بالقرآن لیا جائے گا

مالکیہ کے نزدیک قرآن و سنت سے اخذ و اکتساب کی ایک اصول یہ بھی ہے کہ جب فعل رسول ﷺ قرآنی حکم سے دو یا زائد جہتوں سے مختلف ہو تو اوفق بالقران کو لیا جائے گا۔ علامہ ابن العربی نے اس سلسلہ صلاۃ الخوف کی مثال پیش کی ہے کہ آپ ﷺ سے اس کے چوبیس طریقے منقول ہیں، آپ کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں مسلمانوں کی حفاظت کے دوران جہاں، جس قدر قرانی حکم کے مطابق عمل ممکن تھا آپ ﷺ نے اس کے مطابق عمل کیا اور اب بھی یہی حکم ہے، آپ لکھتے ہیں: إذا اخْتلف أَفعَال رَسُول الله فِي نازلة على وَجْهَيْن مُخْتَلفين فَصَاعِدا فَإِن الْعلمَاء اخْتلفُوا فِي ذلک ۔۔۔ وَالصَّحِيح عِنْدِي أَن النَّبِي مَا خَالف بَينهمَا وَإِنَّمَا أَقَامَهَا على حِسَاب مَا أَعطَتْهُ الْحَال من الْقيام بِفَرْض الصَّلَاة مَعَ الاحتراس من هجمة الْعَدو فَيكون الْعَمَل الْآن بِحَسب ذَلِك[27] (جب افعال رسول (ﷺ) قرآن میں نازل ہونے والے حکم سے دو یا زائد وجہوں سے مختلف ہو تو اس بارہ علماء نے اختلاف کیا ہے۔۔۔ میرے نزدیک صحیح یہی ہے کہ نبی (ﷺ) نے دونوں کے خلاف نہیں کیا، آپ نے دشمن سے بچاؤ کرتے ہوئے صرف فرض نماز کو اس قدر قائم کیا ہے جتنی حال نے اجازت دی تو اب عمل اس کے مطابق ہو گا)

ابن العربی کے ان الفاظ "وَإِنَّمَا أَقَامَهَا على حِسَاب مَا أَعطَتْهُ الْحَال من الْقيام بِفَرْض الصَّلَاة" سے ثابت ہوتا ہے کہ فعل رسول ﷺ جب حکم قرآنی سے ایک سے زائد جہتوں میں مختلف ہو تو اوفق بالقرآن لیا جائے گا۔

6۔ قراءات شاذہ اور قرآن

مالکیہ کے نزدیک کتاب و سنت سے اخذ و اکتساب کی ایک سمت یہ بھی ہے کہ قراءات شاذہ پر عمل کرنا واجب ہے۔ یہاں دو چیزیں ہیں ایک یہ ہے کہ قراءات شاذہ پر عمل بطور قرآن اور دوسری یہ کہ ان پر عمل بطور خبر واحد، احناف کے نزدیک دونوں صورتوں میں یہ علم و عمل کو واجب نہیں کرتیں جبکہ مالکیہ کے نزدیک بھی ان پر عمل بطور قرآن نہیں بلکہ یہ دیگر اخبار آحاد کی طرح عمل کو واجب کرتی ہیں اور ان کے ذریعے کتاب اللہ کی نص پر زیادتی درست ہے، علامہ ابن العربی لکھتے ہیں: إِن الْعَمَل بِالْقُرْآنِ إِنَّمَا هُوَ فرع على حُصُول الْعلم بطريقة لِأَن مبناه الإعجاز وَطَرِيقَة التَّوَاتُر فَإِذا حصل هَذَا الأَصْل مُسْتَقرًّا نظر بعده فِي الْفَرْع وَهُوَ وجوب الْعَمَل۔۔۔ وَالزِّيَادَة فِي الأَصْل إِذا لم ينْقل نقل الأَصْل عِنْد أبي حنيفَة سَاقِطَة فَكيف يَقُول بهَا فِي مثل هَذَا وَأَيْضًا فَإِن الزِّيَادَة عِنْده على النَّص نسخ وَنسخ الْقُرْآن لَا يجوز إِلَّا بِمثلِهِ[28] (بے شک قرآن پر عمل خاص طریقے پر حصول علم کی فرع ہے کیونکہ قرآن اعجاز اور تواتر پر مبنی ہے، جب یہ اصل ثابت ہو جائے تو بعد میں فرع کو دیکھا جائے گا اور وہ عمل کا واجب ہونا ہے۔۔۔ اور اصل میں زیادتی جو اصل کے طریقہ پر نقل نہ ہو، وہ ابو حنیفہ کے نزدیک ساقط ہے، وہ اس طرح کی بات کس طرح کہہ سکتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اصل پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ صرف اپنی مثلہ سے ہی جائز ہے)

علامہ صاحب کی اس عبارت سے احناف کا مؤقف واضح ہوتا ہے کہ قراءات شاذہ سے نہ تو وجوب علم ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی وجوب عمل۔ مالکیہ کے مؤقف کو یوں بیان کرتے ہیں: عِنْدنَا يجب الْعَمَل بهَا لِأَنَّهُ يُمكن أَن يفوت الْبَعْض مَا حصله الْبَعْض [29] (ہمارے نزدیک (قراءات شاذہ پر بطور خبر واحد) عمل واجب ہے (اور ان کے ذریعے نص پر زیادتی درست ہے) کیونکہ ممکن ہے کہ بعض نے بعض سے حاصلات کو فوت کر دیا ہو)

معلوم ہوا کہ مالکیہ کے نزدیک کتاب و سنت سے اخذ و اکتساب کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قراءات شاذہ پر بطور خبر واحد عمل کرنا واجب ہے اور ان کے ذریعے کتاب اللہ کی نص پر زیادتی کی جا سکتی ہے۔

7۔ سنت رسول ﷺ اور نسخ قرآن

مالکیہ کے ہاں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے اخذ اکتساب کی ایک اہم صورت ان کا خاص تصور "نسخ" ہے۔ ان کے نزدیک ناسخ حقیقی صرف اللہ کی ہی ذات ہے [30] اور کتاب اللہ کا نسخ کتاب اللہ سے، سنت متواترہ سے اور سنت کا نسخ کتاب اللہ سے سے جائز ہے۔ ان کے نزدیک کتاب اللہ کی نص پر پر زیادتی نسخ نہیں جب تک کہ وہ زیادتی نص کے مفہوم کو مکمل طور پر بدل دے یا پھر نص میں موجود شرط کو ختم کر دے، ان کے ہاں نسخ کی پہچان مرفوع نص سے یا اس کی ضد و نقیض کے ثبوت، یا نص کے ذریعے کسی کی تاخیر، حکم اخیر کی روایت سے پہلے اول حکم کے راوی کی موت سے اور اسی طرح دو متواتر خبروں میں سے صحابی کا قول معتبر ہے کہ ان میں سے کون مقبول ہے [31]۔

مالکیہ کے ہاں نسخ سے مراد حکم کی مدت کے انتہاء کا نام ہے، علامہ قرافیؒ (المتوفی: 684ھ) [32] نسخ کی مختلف تعریفیں بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: هو بيان لانتهاء مدة الحكم وهو الحق [33] (وہ حکم کی مدت کی انتہاء کا بیان اور یہی درست ہے)۔

نسخ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نص پر مطلق زیادتی نسخ نہیں بلکہ ایسی زیادتی نسخ ہے جو نص کے حکم کو مکمل تبدیل کر دی یا پھر نص میں مذکور شرط کو ختم کر دے، لکھتے ہیں: الزيادة على العبادة الواحدة ليست نسخاً عند مالك وعند أكثر أصحابه والشافعي، خلافاً للحنفية، وقيل إن نفت الزيادة ما دل عليه المفهوم الذي هو على الخطاب أو الشرط كانت نسخاً وإلا فلا [34]. (ایک ہی عبادت پر زیادتی امام مالک، اس کے اکثر اصحاب اور شافعی کے نزدیک نسخ نہیں بخلاف حنفیہ کے اور کہا گیا ہے کہ اگر زیادتی اس مفہوم کو ختم کر دے جس پر خطاب وارد ہوا ہے یا شرط کو ختم کر دے تو نسخ ہو گا وگرنہ نہیں)

اس سلسلہ علامہ قرافی اپنی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حجتنا أن الله تعالى إذا أوجب الصلاة ركعتين ركعتين ثم جعلها أربعاً فإن هذه الزيادة لم تبطل وجوب الركعتين الأوليين ولا تنافيهما، وما لا ينافي لا يكون نسخا۔ [35] (ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ نے نماز دو دو رکعتیں کر کے فرض کی، پھر ان کو چار کر دیا تو اس زیادتی نے پہلی دو رکعتوں کو باطل نہیں کیا اور نہ ان دونوں کے منافی ہے اور جو منافی نہ ہو وہ نسخ نہیں)

بہر حال مالکیہ کے نزدیک نص پر ہر زیادتی نسخ نہیں بلکہ یہ مفہوم نص کی مکمل تبدیلی یا شرط کو ختم کرنے کے ساتھ مشروط ہے۔ مالکیہ کے نزدیک کتاب اللہ کا نسخ کتاب اللہ سے ہو سکتا اور اسی مؤقف کو بیان کرتے ہوئے علامہ قرافی لکھتے ہیں: يجوز عندنا نسخ الكتاب بالكتاب و عند الأكثرين[36](ہمارے اور اکثر کے نزدیک کتاب اللہ کا نسخ، کتاب اللہ سے جائز ہے) اس کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت :والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً وصية لأزواجهم متاعاً إلى الحول[37](اور وہ لوگ جن کو وفات دی جاتی ہے تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں وہ وصیت کر جائیں اپنی بیویوں کے حق میں فائدہ ایک سال تک)

اس میں جن عورتوں کے خاوند فوت ہو جائیں، ان کے لیے خاوند گھر سے ایک سال نہ نکالنے کی وصیت کر جائیں۔ آیت میں مذکور حکم درج ذیل آیت:وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَ عَشْرًا[38] (اور وہ لوگ جو تم میں سے وفات پا جاتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں وہ روکے رکھیں اپنی جانوں کو چار مہینے اور دس دن) کی بنا منسوخ ہے۔[39]

سنت متواترہ کے ذریعے نسخ کتاب کو واضح کرتے ہوئے علامہ قرافی لکھتے ہیں: ويجوز نسخ الكتاب بالسنة المتواترة لمساواتها له في الطريق العلمي عند أكثر أصحابنا، وواقع كنسخ الوصية للوارث بقوله عليه الصلاة والسلام: «لا وصية لوارث[40](کتاب اللہ کا نسخ سنت متواترہ سے کرنا ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک جائز ہے، علمی طریق میں سنت کے کتاب اللہ کے مساوی ہونے کی وجہ سے اور واقع ہوا ہے جیسے وارث کے لیے وصیت، نبی علیہ السلام کے فرمان "لا وصیۃ لوارث" کی وجہ سے منسوخ ہے)

جس طرح سنت کے ذریعے کتاب اللہ کو منسوخ کیا جا سکتا ہے، اسی طرح مالکیہ کے نزدیک کتاب اللہ سنت رسول ﷺ کو بھی منسوخ کر سکتی ہے، علامہ قرافی لکھتے ہیں: ويجوز نسخ السنة بالكتاب عندنا خلافاً للشافعي رضي الله عنه وبعض أصحابه لنا نسخ القبلة بقوله تعالى: «وحيثما كنتم فولوا وجوهكم شطره»[41] (ہمارے نزدیک سنت کا نسخ کتاب کے ذریعے جائز ہے بخلاف شافعی اور اس کے بعض اصحاب کے، ہماری دلیل اللہ کے فرمان:وحيثما كنتم فولوا وجوهكم شطره، کے ذریعے نسخ قبلہ ہے)

علامہ قرافی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی یہ آیت:وحيثما كنتم فولوا وجوهكم شطره[42] (اور جہاں کہیں تم ہو تو تم بھی پھیر لو اپنے چہروں کو اسی مسجد حرام کی طرف)

ناسخ ہے اور منسوخ قرآن حکیم کی درج ذیل آیت ہے: سَيَقُوْلُ السُّفَهَاۗءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا[43](عنقریب کہیں گے بیوقوف لوگوں میں سے کس چیز نے مسلمانوں کو پھیر دیا ان کے قبلہ سے وہ قبلہ جس کی طرف وہ رخ کرتے تھے)

. پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اب قبلہ بیت اللہ جبکہ دوسری سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب جب بیت المقدس سے بیت اللہ کو قبلہ بنانے کا حکم ہوگا تو لوگ شور مچائیں گے تو اس اعتبار سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب اللہ کا نسخ کتاب اللہ سے ہو سکتا ہے جیسا کہ مالکیہ کا مذہب ہے۔ بہر حال ثابت ہوا کہ مالکیہ کے ہاں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے اخذ اکتساب کی ایک اہم صورت ان کا خاص تصور "نسخ" ہے۔ ان کے نزدیک ناسخ حقیقی صرف اللہ کی ہی ذات ہے اور کتاب اللہ کا نسخ کتاب اللہ سے، سنت متواترہ سے اور سنت کا نسخ کتاب اللہ سے سے جائز ہے، ان کے نزدیک کتاب اللہ کی نص پر پر زیادتی نسخ نہیں جب تک کہ وہ زیادتی نص کے مفہوم کو مکمل طور پر بدل دے یا پھر نص میں موجود شرط کو ختم کر دے، ان کے ہاں نسخ کی پہچان مرفوع نص سے یا اس کی ضد و نقیض کے ثبوت، یا نص کے ذریعے کسی کی تاخیر، حکم اخیر کی روایت سے پہلے اول حکم کے راوی کی موت سے اور اسی طرح دو متواتر خبروں میں سے صحابی کا قول معتبر ہے کہ ان میں سے کون مقبول ہے؟

خلاصۂ بحث

فقہاء مالکیہ کا کتاب و سنت سے اخذ و اکتساب کے بارہ مؤقف یہ ہے کہ سنت رسول ﷺ کتاب اللہ کے لیے بیان ہے یعنی سنت کتاب اللہ کے مجمل احکام کی تفصیل، محتمل کی تعیین اور عام کی تخصیص کرتی ہے، کتاب اللہ کی تخصیص خبر واحد سے بھی ہو سکتی ہے، نص پر زیادتی نسخ نہیں، فعل رسول ﷺ جب قرآن میں مذکور حکم سے دو یا زائد طریقوں سے مختلف ہو تو امام مالکؒ اوفق بالقرآن کو لیتے ہیں، اگرچہ قراءات شاذہ خبر واحد کے طریقے پر نقل ہیں لیکن پھر بھی یہ عمل کا فائدہ دیتی ہیں مزید یہ کہ کتاب و سنت سے اخذ و اکتساب میں مالکیہ منفرد تصور نسخ رکھتے ہیں۔

References

[1] Al-Nisā 4: 59.
[2] Al-Nisā 4: 59.
[3] Khair Al-Dīn Ibn Maḥmūd Zarkalī, Al-A'lām(Beriūt: Dār al-'ilam, 2002 AD), 6: 230.
[4] Zarkalī, Al-A'lām, 6: 26.
[5] Muhammad Ibn Abdullah Ibn-e-'Arbī, Al-Maḥsūl ('Amān: Dār al-Byārq, 1999 AD), 44.
[6] Zarkalī, Al-A'lām, 6: 276.
[7] Muhammad Ibn Alī Al-Māzrī, Al-Maḥṣūl Min Burhān al-ūṣūl (Beirūt: Dār al-Ghrab al-Islāmī), 137.
[8] Al-Māzrī, Iīḍāḥ al-Maḥṣūl Min, Al-Maḥṣūl Min Burhān al-ūṣūl, 139.
9 Aḥmad Ibn Idrīs Qarāfī, Sharaḥ Tanqīḥ al-Fuṣūl (Ejypt: Shirkah al-Ṭabā'ah al-Mutaḥdah, 1973 AD), 206.
[10] Ibn-e-'Arbī, Al-Maḥsūl, 48.
[11] Ibn-e-'Arbī, Al-Maḥsūl, 79.
[12] Ibn-e-'Arbī, Al-Maḥsūl, 75.

[13] Al-Nisā 4: 11.
[14] Muhammad Ibn Yazīd Ibn-e-Mājah, Sunan Ibn-e-Majah (Beirūt: Dār Aḥyā al-turāth), 2: 883.
[15] Al-Nūr24: 2.
[16] Qarāfī, Sharaḥ Tanqīḥ al-Fuṣūl, 206.
[17] Ibn-e-'Arbī, Al-Maḥsūl, 88.
[18] Al-'Idah Fī Uṣūl al-Fiqah, 76-82.
[19] Ibn-e-'Arbī, Al-Maḥsūl, 116.
[20] Al-Māzrī, Al-Maḥṣūl Min Burhān al-ūṣūl, 319.
[21] Al-Tawbah 9: 187.
[22] Abū Ya'lā Aḥmad Ibn 'Alī, Musnad Abī Ya'lā (Dimashq: Dār al-Māmūn al-Turāth, 1984 AD), 5: 59.
[23] Al-Māzrī, Al-Maḥṣūl Min Burhān al-ūṣūl, 319.
[24] Ibn-e-'Arbī, Al-Maḥsūl, 90.
[25] Abū Esā Muhammad Ibn Eīsā Tirmzī, Sunan Tirmzī (Beirūt: Dār al-Ghrab al-Islāmī, 1998 AD), 2: 398.
[26] Al-Baqrah 2: 230.
[27] Ibn-e-'Arbī, Al-Maḥsūl, 111.
[28] Ibn-e-'Arbī, Al-Maḥsūl, 120.
[29] Ibn-e-'Arbī, Al-Maḥsūl, 120.
[30] Qarāfī, Sharaḥ Tanqīḥ al-Fuṣūl, 302.
[31] Qarāfī, Sharaḥ Tanqīḥ al-Fuṣūl, 321.
[32] Zarkalī, Al-A'lām, 1: 95.
[33] Qarāfī, Sharaḥ Tanqīḥ al-Fuṣūl, 302.
[34] Qarāfī, Sharaḥ Tanqīḥ al-Fuṣūl, 317.
[35] Qarāfī, Sharaḥ Tanqīḥ al-Fuṣūl, 318.
[36] Qarāfī, Sharaḥ Tanqīḥ al-Fuṣūl, 311.
[37] Al-Baqrah 2: 240.
[38] Al-Baqrah 2: 234.
[39] Qarāfī, Sharaḥ Tanqīḥ al-Fuṣūl, 306.
[40] Qarāfī, Sharaḥ Tanqīḥ al-Fuṣūl, 313.
[41] Qarāfī, Sharaḥ Tanqīḥ al-Fuṣūl, 312.
[42] Al-Baqrah 2: 144.
[43] Al-Baqrah 2: 142.